روشن خیال بسنت

حکمِ اذاں

ڈاکٹر حسین احمد پراچہ
hussainpiracha@hotmail.com

[illegible] ہو کر لاہور آئے تو ہمارا پہلا پڑاؤ اچھرہ تھا۔ اس وقت اندرون لاہور کے علاوہ اچھرہ میں بھی بسنت منائی جاتی تھی جو بس اتنی تھی کہ بسنت کے روز لڑکے بالے پتنگیں اڑاتے اور بوکاٹا' بو کاٹا کا شور مچاتے تھے۔ اس تحقیق میں پڑے بغیر کہ تہوار ہندو تھا یا مسلمان اہل لاہور اسے گڈیاں اڑانے کی حد تک مناتے تھے۔ تاہم گزشتہ پانچ سات برس سے پتنگ بازی کے نام پر عریانی کے میلے، کانوں کو پھاڑ دینے والی موسیقی کی تانوں پر ہوائی فائرنگ کے ساتھ ہلڑبازی کے نظارے، حویلیوں اور ہوٹلوں میں من پسند مشروبات کے ساتھ ناچ گانے کی محفلیں، فلمی اداکاراؤں کے ساتھ رقص و سرود کی مجالس اور سرکاری سرپرستی میں مغربی کلچر کو رواج دے کر خود کو روشن خیال اور لاہور کو جدت پسند شہر ثابت کرنے کی جو تحریک شروع ہوئی ہے اس کا روایتی بسنت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

اس رنگارنگ جدید بسنت پر ہماری تنقید سے ہمارا ایک روشن خیال دوست بہت نالاں ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ جشن بہاراں ہے جسے منا کر لوگ خوش ہوتے ہیں مگر تم جیسے یاسیت پسند دانشور لوگوں کی تفریح کے چند خوشگوار لمحات کو بھی نشانہ تنقید بنائے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس دوست نے ایک طویل بحث کے بعد مجھے آمادہ کر لیا کہ میں بچشم خود بسنت کا مشاہدہ کروں اور پھر اس کا آنکھوں دیکھا حال بیان کروں۔

بسنت کی شب ہم لاہور کی ٹیمپل روڈ پہنچے جہاں ہمارے دوست کے ایک عزیز نے اپنے گھر کی چھت پر پتنگیں اڑانے کا بندوبست کر رکھا تھا۔ چھت پر ڈیک اتنی اونچی، آواز میں بج رہا تھا کہ جس سے کانوں کے پردے ہی نہیں گھر کی منڈیر بھی لرز رہی تھی۔ میرے دوست نے ابھی پہلی گڈی اڑائی ہی تھی کہ ادھر ادھر سے پٹاخوں کی آوازیں آنے لگیں اور شرلیوں کی بارات سے آسمان جگمگانے لگا اس کے ساتھ ہی نیچے سڑک سے ایک زوردار دھماکے کی آواز آئی ہم سب دوڑ کر نیچے پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ میرے دوست کی کار کی ونڈ سکرین چکنا چور ہو چکی ہے۔ ہم نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک بڑی شرلی کا پیندا جب واپس کار پر آن گرا تو اس نے یہ قیامت ڈھائی۔ میرے دوست کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ حادثہ اس کے ساتھ ہوا ہے کیونکہ وہ اس زعم میں مبتلا تھا کہ

گری ہے جس پر کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

میں نے دوست سے کہا کہ بسنت کا اتنا سبق ہی کافی ہے آؤ توبہ کرتے اور واپس لوٹ چلتے ہیں۔ مگر اس نے کہا کہ حادثہ تو کہیں بھی ہو سکتا ہے اس سے تفریح کا خاتمہ تو نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں سے میرا دوست بسنت کے گڑھ اندرون لاہور شاہ عالمی کے ایک مشہور پلازہ کی چھت پر مجھے اس [illegible] تسلی کے ساتھ لے کر گیا کہ تم جیسے "مولویوں [illegible] کے ایمان کو یہاں کوئی خطرہ نہیں یہ ایک شریفانہ [illegible]م کی بسنت تقریب ہے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو بہار[illegible]ت کے ایک مشہور ایکٹر چھت سے نیچے اتر رہے تھے [illegible] اوپر پہنچے تو محسوس ہوا کہ یہ وہ مقام نہیں جس کے [illegible] چے زبان زد خاص و عام ہیں۔ تاہم یہاں بھی [illegible] پر نوجوان ناچ رہے تھے۔ ایک طرف انواع واقسام کے کھانے میزوں پر چنے گئے تھے کسی کونے میں دو چار بزرگ سے لوگ گڈیاں اڑا کر ایام رفتہ کو آواز دے رہے تھے آس پاس کی چھتوں سے شرلیاں اور پٹاخے چھوڑے جا رہے تھے کہیں کہیں کلاشنکوف سے گولیاں بھی چلائی جا رہی تھیں۔ یہ [illegible]سنت ہمارے لڑکپن کے تصور بسنت سے بالکل مختلف تھی۔ طبیعت مکدر ہو گئی۔ روشن خیال دوست مصر تھا کہ ہم اس کے ساتھ سب سے زیادہ روشن خیال حویلی میں چلیں۔ ہم نے دوست سے کہا [illegible] جتنا دیکھ لیا ہے اس سے زیادہ دیکھنے کی ہوس نہیں [illegible] اب میں نے روشن خیال بسنت بند کمرے سے [illegible]س شاہ عالمی کی چھت سے دیکھ لی ہے اور اب میں [illegible] اس کے بارے میں جو کچھ لکھوں گا وہ یقینا آنکھوں دیکھا حال کہلانے کا مستحق ہو گا۔

تمام تر دعوؤں کے باوجود ہوائی فائرنگ، چھتوں سے گرنے اور پتنگیں لوٹتے ہوئے گاڑیوں کے نیچے آ کر لقمہ اجل بننے والوں کی تعداد 17 ہے۔ روشن خیال قلمکاروں کی نظر میں چند ہزار افراد کی تفریح کے لئے اگر 17 گھروں سے جنازے اٹھتے ہیں اور وہاں صف ماتم بچھ گئی ہے تو یہ کوئی مہنگا سودا نہیں۔ اس سال 17 اموات کے علاوہ 700 افراد شدید زخمی ہوئے ہیں جن کی اکثریت بقیہ زندگی کے لئے معذور ہو گئی ہے۔ اس سال بھی واپڈا کو 3 ارب روپے کا نقصان ہوا ہے۔ گھنٹوں نہیں پہروں گھروں کی بجلی بند رہی ہے۔ کتنے خوش ذوق ہیں وہ دانشور کہ جو کہتے ہیں کہ اموات و حوادث کو بھول کر جشن بہاراں کے موقعے پر جھوم پاکستان جھوم کا نعرہ لگاؤ اور خوشی مناؤ۔ میں نے بسنت کی پہلی شام کو اسلام آباد سے لاہور پہنچ کر اپنی آنکھوں سے شام کے ملگجے میں چوک یتیم خانہ موڑ کے قریب موٹر وے پر بچوں کو گڈیاں لوٹنے کے لئے بھاگتے دوڑتے دیکھا ہے۔ اس خطرناک صورت حال میں کیسے کیسے خوفناک حوادث پیش آتے ہیں ان سے اخبارات کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ ہمارے روشن خیال حکمران جن کے سامنے اپنی روشن خیال ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ ایسے نظارے دیکھ کر اور خوفناک حوادث کی خبریں اخبارات میں پڑھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کتنے غیر مہذب اور غیر منظم ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں تو بلی کے بچوں کو بچانے کے لئے گھنٹوں ٹریفک روک دی جاتی ہے۔ ایک ایک فرد کی زندگی وہاں انتہائی قیمتی شمار ہوتی ہے مگر ہمارے حکمران قدیم رومی حکمرانوں والا ذوق رکھتے ہیں جہاں قیدیوں کو اکھاڑے میں زنجیروں کے ساتھ باندھ کر لایا جاتا تھا اور پھر ایک طرف ان کی زنجیریں کھول دی جاتی تھیں اور دوسری طرف بھوکے شیروں کے پنجروں کے دروازے کھول دیئے جاتے تھے اور پھر ان ہولناک مناظر سے بادشاہ وقت اور ان کے حواری لطف اٹھاتے تھے۔ بسنت کے نتیجے میں 17 اموات 7 سو افراد کے زخموں اور اربوں روپوں کے نقصانات کے بالواسطہ طور پر یہی حکمران ذمہ دار ہیں جن کی سرپرستی میں یہ خونی کھیل جاری ہے۔

> **کتنے خوش ذوق ہیں وہ دانشور**
> **جو کہتے ہیں کہ اموات و**
> **حوادث کو بھول کر جشن**
> **بہاراں کے موقع پر جھوم**
> **پاکستان جھوم کا نعرہ لگاؤ**

لوگوں کو کھیل تماشے میں مشغول رکھنا ہر مطلق العنان حکومت کی ضرورت ہوتی ہے۔ تیسری دنیا ایسی حکومتوں سے بھری پڑی ہیں تاہم تیسری دنیا یا اسلامی دنیا کے اکثر ممالک میں فٹ بال اور دوسرے کھیلوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے جن میں کھیلنے والے اور تماشائی دونوں لاکھوں کی تعداد میں دلچسپی لیتے ہیں مگر ایک جان کا بھی نقصان نہیں ہوتا۔ ہمارے حکمران کتنے بلند حوصلہ ہیں کہ ہر سال جواں سال شہریوں کو مرتا ہوا اور معذور ہوتا دیکھتے ہیں مگر ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ ان شہریوں کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں دیتے۔ ہمیں سب سے زیادہ حیرت اس وطن عزیز کی قومی سیاسی جماعتوں پر ہے کہ جو اس خونی کھیل کو رکوانے میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہیں۔ اس ضمن میں ایم ایم اے کا رویہ باعث حیرت ہی نہیں باعث تشویش بھی ہے ایم ایم اے میں شامل جماعت اسلامی کو کبھی سات پردوں میں بھی فحاشی و عریانی نظر آ جاتی تھی مگر اب اسے بعض ٹی وی چینلوں پر نظر آنے والی عریانی و بے حیائی جس میں اسلامی شعائر ہی نہیں مشرقی تہذیب و شائستگی تک ڈوب گئی ہے پر نہ کوئی اعتراض ہوتا ہے اور نہ وہ اس کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھاتی ہے۔ روشن خیال حکمرانوں نے تو علی الاعلان اعتدال پسند قوتوں کو انتہا پسندوں کے خلاف یکجا ہونے کیلئے پکارا ہے۔ یہ ساری کوشش تو دراصل دینی شعائر کے خلاف لادینی کلچر کو فروغ دینے کے لئے ہو رہی ہے مگر محسوس یوں ہوتا ہے کہ ایم ایم اے ایک ڈیڑھ صوبے میں اپنی حکومت کے ساتھ سہم کر بیٹھی ہوئی ہے۔ پاکستان کو سیکولر بنانے کے لئے زبردست تحریک حکمرانوں کی سرپرستی میں شروع ہو چکی ہے۔ روشن خیال بسنت تو اس کا ایک حصہ ہے۔ اگر کسی نے اس تحریک کے آگے بند نہ باندھا تو پھر اسلامی جمہوریہ پاکستان کو روشن خیالی کے وہ وہ نظارے دیکھنے کو ملیں گے کہ الحفیظ والامان۔

چار گھنٹے کھیل کا بجٹ

5 فروری اتوار کا دن تھا، میں امریکہ میں اپنے دوست کے ساتھ گھوم رہا تھا، میرے دوست نے بتایا کہ آج شام پانچ بجے سپر بال ہے جو امریکہ میں بہت مقبول ترین کھیل سمجھا جاتا ہے، یہ نہ فٹ بال ہے، نہ رگبی بلکہ دونوں کا مجموعہ سمجھ لیجئے، اس میں 80 کھلاڑی کھیلتے ہیں، اس کی گیند بیضوی شکل کی ہوتی ہے، اس گیند کو لے کر مخالف سمت دوڑنا پڑتا ہے، مخالف ٹیم کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ گیند چھین کر حملہ ناکام بنائے اور گیند کو ہاتھ سے یا کک مار کر دو ڈنڈوں کے بنے ہوئے گول میں اچھال دے، اس میں زبردست چھینا جھپٹی ہوتی ہے، بہت زور آزمائی، گتھم گتھا ہونا پڑتا ہے، سپر بال یعنی فائنل میچ کو کہتے ہیں جو دو ٹیمیں فائنل میں پہنچتی ہیں، ان کے درمیان ہوتا ہے، پورے امریکہ کی 51 ریاستوں کے درمیان مقابلے ہوتے ہیں پھر آخر میں یہ سپر بال ہوتا ہے جس طرح ہم بسنت کا تہوار مناتے ہیں اسی طرح امریکن اس روز بڑی بڑی پارٹیاں اپنے گھروں میں کرتے ہیں، تمام ریسٹورنٹس، بار، کلب سب بھرے ہوتے ہیں، سڑکیں اور شاپنگ مال سب شام پانچ بجے سے ویران ہو جاتے ہیں اور ہر کوئی ٹی وی سے لگا بیٹھا ہوتا ہے اور یہ بحث ہوتی ہے کہ کون جیتے گا، بڑے بڑے شرطیں خصوصی طور پر لگائے جاتے ہیں، چار گھنٹے کا کھیل ہوتا ہے جو ٹی وی کے صرف ایک چینل پر دکھایا جاتا، جو اس کھیل کو اسپانسرز کر کے دکھاتا اور پھر مقامی کمپنیاں اسپانسر کرتی ہیں، اس سال جس ٹی وی چینل نے اس کے رائٹ خریدے، اس نے ایک بلین ڈالر یعنی ہمارے 60/ارب روپے ہیں، ادا کئے، جی ہاں ساٹھ ارب روپے اور پھر آگے اس نے 60/ارب روپے صرف تین کمپنیوں سے وصول کر لئے اس کے علاوہ 32/اشتہار کھیل کے دوران دکھا کر...... ایک اشتہار 30 سیکنڈ کا ہوتا ہے، فی اشتہار 15 کروڑ روپے کا ہوتا ہے، 410 کروڑ روپے اشتہارات سے کمائے، کھیل شروع ہونے سے پہلے ایک گھنٹے تک وہ ہونے والے کھیل پر تبصرہ کرتے ہیں، اس دوران ہونے والے اشتہارات 6 کروڑ روپے فی تیس سیکنڈ ہوتے ہیں، کھیل کے دوران صرف 32/اشتہارات دکھانے کی اجازت ہوتی ہے جبکہ بکنگ میں سو سے زیادہ اشتہارات ہوتے ہیں جو بورڈ فیصلہ کرتا ہے کہ جس کا اشتہار سب سے انوکھا ہوگا، وہی اس میں شامل ہوگا، ان اشتہارات کو بھی عوام بڑے شوق

خلیل احمد نینی تال والا

khalilnanitalwala@yahoo.com

سے دیکھتے ہیں، کوئی اشتہار کھیل کے دوران دوبارہ نہیں دکھایا جائے گا پھر ان اشتہارات پر تبصرے کرتے ہیں۔

اس سال یہ فائنل امریکہ کی دو ریاستوں یعنی فلاڈیلفیا اور نیو انگلینڈ کے درمیان ہوا جو نیو انگلینڈ نے جیت لیا، جیتنے والے کو 60/ارب روپے میں سے 30/ارب روپے ملے، ہارنے والے کو 15/ارب ملے بقایا 15/ارب منتظمین کو ملے، 80 ہزار تماشائیوں نے اسٹیڈیم میں میچ دیکھا جہاں سو ڈالر سے پانچ سو ڈالر کا عام ٹکٹ ہوتا ہے البتہ بڑی بڑی کمپنیاں اپنے باکس بنواتی ہیں، ایک باکس ایک ملین ڈالر یعنی 6 کروڑ روپے میں فروخت ہوتا ہے جس میں صرف 20/افراد کی گنجائش ہوتی ہے، ایک اندازے کے مطابق 9 کروڑ امریکیوں نے یہ میچ امریکہ میں دیکھا اور ایک ارب افراد نے دیگر ممالک میں دیکھا۔

180/ارب روپے اکٹھے ہوئے صرف اور صرف چار گھنٹوں میں جبکہ ایک ہزار ارب روپے کی اس پر شرطیں لگیں، امریکہ میں آزاد شرطوں پر کوئی پابندی نہیں ہے، حکومت کو 30 فیصد ان شرطوں سے آمدنی ہوتی ہے یعنی 300/ارب روپے حکومت نے کمایا۔ میں نے اپنے دوست سے پوچھا کہ ہمارے ملک میں کھلاڑی بک جاتے ہیں، کیا ایسا ہوتا ہے آپ کے یہاں بھی......؟ اس نے کہا کہ یہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس سے اس کھلاڑی کا مستقبل ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تاریک ہو جاتا ہے، اگر کسی پر ثابت ہو گیا تو اس کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بلیک لسٹ کر دیا جاتا ہے، وہ کسی بھی کھیل میں نہ تو خود حصہ لے سکتا ہے اور نہ کوئی کوچ یا منیجر لگ سکتا ہے کیونکہ ہر کھلاڑی کا اس کلب سے معاہدہ ہوتا ہے جو بذات خود کئی ملین ڈالر سالانہ ملتا ہے پھر نامور کھلاڑیوں کو بڑی بڑی کمپنیاں اپنے اشتہار میں لیتی ہیں، ان کے نام سے بہت چیزیں متعارف کرائی جاتی ہیں جو جلد ہی عوام میں مقبول ہو جاتی ہیں۔ میں نے پوچھا کیا ٹیم میں بھی آپس میں کپتان یا کوچ کے خلاف محاذ آرائی ہوتی ہے؟ اس نے کہا کوچ کا کردار مائی باپ کا ہوتا ہے، اگر کسی نے بے ہودگی کی تو اس کے ایک اشارے سے وہ کھلاڑی ٹیم سے باہر ہو جاتا ہے پھر کوئی بھی کلب اس نکلنے والے کھلاڑی کو نہیں لیتا، ہر کھلاڑی کو خواہ کتنا بھی بڑا ہو جائے، کوچ اور کپتان سے جھگڑے کا سوچ بھی نہیں سکتا، سب کھلاڑی ایک جان ہو کر کھیلتے ہیں، اکثریت ان میں کالوں کی ہے کیونکہ کالے لمبے چوڑے اور طاقتور ہوتے ہیں، یہ 6 سال کی عمر سے اس کھیل میں لگ جاتے ہیں اور جیسے ہی کسی کلب میں شامل ہوتے ہیں تو کلب والے پانچ سے دس سال کا معاہدہ کرتے ہیں، وہ اس معاہدے کے پابند ہوتے ہیں خواہ اس دوران دوسرا کلب کتنی بڑی ہی کیوں نہ پیشکش کرے، جب معاہدے کی تاریخ ختم ہو جاتی ہے پھر نئے سرے سے معاہدہ کسی کے ساتھ کر سکتا ہے، سینئر اور جونیئر میں کوئی تفریق نہیں ہوتی، کوچ اور کپتان اس کی خرابیاں اور خوبیاں دونوں سے آگاہ کرتے ہیں الغرض چار گھنٹے کے بعد تمام تماشائی اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں، نہ جھگڑا ہوتا ہے نہ فساد...... جو ٹیم بھی جیتے، اس کو کھیل ہی سمجھ کر دیکھتے ہیں، اس کھیل میں بھی فیصلے کے خلاف ٹی وی امپائر کو رجوع کیا جا سکتا ہے، ٹی وی امپائر کا فیصلہ آخری ہوتا ہے۔ امریکہ آبادی کے لحاظ سے پاکستان سے دوگنا ہے یعنی 28 کروڑ عوام بستے ہیں جن میں دنیا کی تقریباً تمام قومیں شامل ہیں، امریکہ ہم سے تمام چیزوں میں بہت آگے ہے البتہ وقت سے مار کھا گیا ہے یعنی پاکستان سے دس گھنٹوں سے لے کر چودہ گھنٹوں پیچھے ہے۔ میں نے صرف ایک کھیل کا ذکر کیا ہے، ایسے دس بارہ کھیل جس میں فٹ بال، آئس ہاکی، بیس بال ہیں اس سے بھی زیادہ آمدنی ہوتی ہے، اس سپر بال سے 280/ارب عوام کے حصے میں آئے اور تین سو ارب روپے حکومت کو ملے یعنی کل 580/ارب روپے وہ بھی ایک کھیل سے چار گھنٹے میں وصول ہو گئے جبکہ ہمارے پورے ملک کا بجٹ جو حکومت پاکستان نے عوام سے ٹیکس وصول کیا، وہ 520/ارب روپے بنتے ہیں اور اس سال کا کل ہدف 580/ارب روپے ہے۔

آج ہی صبح پاکستانی چینل سے میں نے لاہور کی بسنت کا براہ راست پروگرام دیکھا اور بہت افسوس بھی ہوا کہ پانچ افراد اس میں مارے گئے اور سیکڑوں زخمی ہو گئے، اسپتال ریڈ الرٹ رہے، مکانوں کی چھتوں سے گر کر کئی زخمی ہو گئے، غلط مانجھے کی ڈوروں سے انگلیاں الگ کٹیں، بجلی کا بریک ڈاؤن ہوتا رہا، ہر سال ہماری حکومت اس کو روکنے میں ناکام ہوتی ہے، بڑے بڑے دعوے کئے جاتے ہیں مگر ہر سال ایسا ہی ہوتا ہے، ایسے مانجھوں کی ڈور بنانے والے آج تک نہیں پکڑے گئے اور کھلم کھلا مارکیٹوں میں یہ فروخت ہوتا ہے۔ اس امریکن سپر بال کا میچ دیکھنے کے بعد اور اس کے اصولوں کی بدولت میں سوچتا ہوں کہ کاش ہمارا کرکٹ بورڈ بھی اس سے سبق سیکھے جو آئے دن ہمارے سینئر کھلاڑی، کوچ اور منیجر سے بڑی ڈھٹائی سے لڑتے ہیں، وہ جب چاہیں کپتان اور کوچ کے خلاف محاذ بنا کر اس کو ناکام بنانے کے درپے ہوتے ہیں، ذرا زیادہ وکٹیں کیا مل جاتی ہیں یا ایک آدھ سنچری بناتے ہی کپتان بننے کا سوچنے لگتے ہیں، سینئر، جونیئر کو حقیر سمجھتے ہیں، نظم و ضبط نام کی کوئی چیز نہیں ہے، جب چاہا بولنگ کرائی، جب چاہا فیلڈ سے چلے گئے، رات رات بھر نائٹ کلبوں میں گزارنا ایک فیشن بن گیا ہے، مسلسل ہارنا اب عام ہو چکا ہے، بولنگ کلک کرے تو بیٹسمین ناکام اور بیٹسمین اچھے رنز بنالے تو ہمارے بولر ناکام...... مل کر نہیں کھیلتے، سب اپنا اپنا الگ الگ کھیل کھیلتے ہیں، بورڈ کو اس پر توجہ دینی چاہئے، بورڈ کو چاہئے کہ تمام کھلاڑیوں کو آسٹریلیا کی طرح معاہدے پر رکھے اور آمدنی کے لحاظ سے معاوضہ ادا کرے، یہ نہیں کہ صرف کھیل کے دوران معاوضہ دینا یقیناً کھلاڑیوں کے ساتھ زیادتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے کھلاڑی پھر بک جاتے ہیں کیونکہ ان کا مستقبل صرف کھیل پر انحصار کرتا ہے، کبھی وہ ان ہوتے اور کبھی آؤٹ ہوتے ہیں، اگر مستقل طور پر معاہدہ ہوگا تو پھر کھلاڑی بھی یکسوئی سے کھیل سکے گا۔